فاصلے پر منسکان[1] نام کے گاؤں میں ڈیرے ڈالے۔

شب خون | تیس چالیس دن تک ہم اسی پڑاؤ میں پڑے رہے اور تنبل ارخیان کے قلعے میں رہا۔ کبھی کبھی دونوں طرف کے کچھ لوگ آپس میں اُلجھ جاتے۔ اور دو دو ہاتھ کر کے اُلٹے پھر جاتے۔ ایک رات انھوں نے شب خون مارا۔ لیکن ہمارے لشکر کے چاروں طرف خندق کھدی ہوئی تھی۔ اور جھانکڑ لگے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ لشکر تک نہ پہنچ سکے اور تھوڑے سے تیر مار کر واپس چلے گئے۔

قنبر کے نخرے | ہم جب وہیں تھے تو قنبر علی نے دو تین دفعہ بگڑ کر اپنے علاقے میں واپس جانا چاہا۔ ایک دفعہ تو چل ہی دیا تھا۔ بعض اُمرا کو بھیج کر بڑی مشکل سے اُسے واپس بلایا۔

یوسف کی بغاوت | اسی دوران میں سید یوسف قچی[2] نے سلطان احمد تنبل کے پاس آدمی بھیجے۔ اور اس سے ساز باز کرلی۔

اندجان کے پہاڑوں کے دامن میں جو ضلعے ہیں۔ ان میں سے ادی عوز اور قچم[3] دو ضلعے بہت مشہور ہیں۔ سید یوسف قچم میں بڑا آدمی تھا۔ رفتہ رفتہ میری سرکار میں روشناس ہوا۔ اور اپنی حد سے بڑھ گیا۔ اسے کسی نے امیر نہیں بنایا۔ لیکن وہ خود امیری کا دعویٰ کرنے لگا۔ وہ بے حد منافق اور تلون مزاج آدمی تھا۔

اس مرتبہ جب سے میں نے اندجان لیا۔ وہ دو تین دفعہ تنبل سے باغی ہو کر مجھ سے مل گیا اور دو تین دفعہ مجھ سے بغاوت کر کے تنبل سے جا ملا۔

اس خیال سے کہ وہ تنبل کے پاس نہ پہنچ جائے۔ ہم نے اس کو راستے ہی میں گھیرنا چاہا اور ہم سوار ہو گئے۔

پشت خاران | تیسرے دن ہم پشت خاراں[4] پہنچے۔ لیکن تنبل کا لشکر پشت خاران کے قلعے میں داخل ہو چکا تھا۔

قوچ بیگ کی بہادری | اس حملے میں جو سردار ہمارے ساتھ تھے۔ ان میں سے علی درویش بیگ اور

---

[1] منسن کان یا منسن گان [2] قچی [3] قچم [4] پیش خاران۔

قوچ بیگ اپنے بھائیوں کے ساتھ پشت خاران کے دروازے پر جا پہنچے - اور گھمسان کی لڑائی ہوئی -

قوچ بیگ اور اس کے بھائیوں نے اکثر معرکوں میں بہادری کے جوہر دکھا کر ناموری حاصل کی ہے -

علی دوست اور قنبر کی بدایمانی | ہم پشت خاران سے ایک کوس کے فاصلے پر ایک اونچی جگہ اترے - تنبل بھی جہانگیر مرزا کو لئے ہوئے آگیا - اور پشت خاران کے قلعے کو پیٹھ کے پیچھے چھوڑ کر اتر پڑا -

تین چار دن بعد ہمارے ان امراء میں سے جو ہمارے مخالف تھے - علی دوست اور قنبر علی سلاخ نے اپنے ساتھیوں اور رشتے داروں سمیت صلح کی بات چیت شروع کر دی - ہمارے طرف داروں میں سے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی - ہم بالکل راضی نہ تھے - لیکن بڑے دو امیر وہی مردود تھے ان کی بات نہ مانتے اور صلح نہ کرتے تو اور مصیبت تھی -

بھائی سے دب کر صلح کرنی پڑی | مجبوراً اس طرح صلح کرنی پڑی کہ دریائے خجند سے آخشی تک کا علاقہ جہانگیر مرزا لے لے اور اندجان کی طرف جو علاقہ ہے - وہ میرے پاس رہے - اور کند سے وہ اپنے بال بچوں کو بلالے اور پھر اسے میرے قبضے میں دے دے -

اس تقسیم کے بعد میں اور جہانگیر مرزا مل کر سمرقند پر حملہ کریں - سمرقند فتح ہو جائے تو اسے میں لے لوں اور اندجان جہانگیر مرزا کو دے دیا جائے -

صلح کی شرطیں طے ہو جانے کے بعد دوسرے دن جہانگیر مرزا اور تنبل آئے رجب[1] کی آخری تاریخیں تھیں جب وہ میرے ہاں آئے تھے اور مقررہ شرائط پر عہد و پیمان ہوا تھا -

قیدیوں کی رہائی | جہانگیر مرزا کو آخشی جانے کی اجازت دی اور میں اندجان پہنچا -

اندجان پہنچتے ہی تنبل کے چھوٹے بھائی خلیل وغیرہ جو قید تھے - ان کو میں نے چھوڑ دیا - اور سب کو خلعت دے کر رخصت کیا -

انھوں نے بھی ہمارے امراء اور مصاحبوں کو (مثلاً طغائی بیگ، دوست محمد، میر شاہ قوچین سیدی بیگ، قاسم عجب، پیر ویس اور میرم دیوان جو قید تھے) رہا کر کے بھیج دیا -

[1] آخر فروری سنہ ۱۴۹۹ء

قومی اور جماعتی زندگی کے نفسیاتی مؤثرات

از

(جناب مولوی محمد تقی صاحب امینی)

(۲)

چوتھا تربیت ہے۔

تربیت کا براہ راست تعلق قلب سے ہے جو زندگی اور حرکت کا سرچشمہ ہے۔ تربیت ہی کے ذریعہ قوم فلسفۂ حیات کی حقیقت کو سمجھتی ہے اور اعلیٰ مقصد کے لئے قربانی کرنے پر آمادہ ہوتی ہے۔

تربیت کا مقصد ضبط نفس اور جذبات پر حکومت کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے

تربیت کا اصل مقصد یہ ہے کہ ضبط نفس اور جذبات وخیالات پر حکومت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو تاکہ وراثت کے غلط اثرات سے بچنے اور ماحول پر قابو پانے کی ہمت ہو[1]

قرآن حکیم میں تربیت کی بنیاد یہ آیت ہے

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۶۲/۲

اللہ ہی نے ان پڑھ لوگوں میں انھیں میں کا ایک رسول بھیجا جو لوگوں کو اللہ کی آیتیں سناتا ہے کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور ان کو پاک وصاف کرتا ہے

دوسری آیت یہ ہے

---

[1] افلاطون۔ ارسطو۔ نیوتسکیو کے نزدیک تربیت کا مقصد یہ ہے کہ ایسے افراد تیار کئے جائیں جو بہترین حکومت مرتب کرسکیں ابن خلدون اور اسپنسر کے نزدیک یہ ہے کہ ایسے اشخاص تیار کئے جائیں جو زندگی اچھی طرح بسر کرسکیں۔

يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۲/۱۴۷

وہ رسول تمھارے آگے ہماری آیتیں پڑھتا ہے تمھیں پاک کرتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور جو تم نہیں جانتے وہ سکھاتا ہے

آیت میں داعی انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم کے چار کام گنائے گئے ہیں

(۱) تعلیم کتاب۔ نظام زندگی اور قانون حیات کی تعلیم۔

(۲) تعلیم حکمت۔ نظام عملی کی حقیقت اور اس فلسفہ کی تعلیم جس پر قانون کی بنیاد ہے

(۳) اس کے علاوہ اور دیگر معلومات کی تعلیم جو حالات و تقاضے کے مناسبت سے وقتی ہوں یا دائمی۔

(۴) تزکیہ۔ عقائد و خیالات کی صفائی اور اعمال و اخلاق کی درستی یعنی غلط نظریات و عقاید سے شیشۂ دل و آئینۂ دماغ کی پاکی و صفائی اور صحیح اصول و نظریات کو اس کی جگہ بٹھانا اسی طرح برے اخلاق و گندے اعمال سے پرہیز اور اچھے اعمال و عمدہ اخلاق کا خوگر بنانا۔

عام طور پر تربیت کا تعلق صرف تزکیہ سے سمجھا جاتا ہے لیکن غور سے دیکھا جاتے تو اس کا تعلق ان چاروں سے ہے کیوں کہ تربیت کے بغیر ہر قسم کی تعلیم بے جان ہو کر رہ جاتی ہے خواہ وہ حکمت و فلسفہ کی ہو یا نظام زندگی و قانون کی۔

رسول اللہؐ نے صحابۂ کرام کی تربیت جس طرح کی تھی دنیا سے ان کا تعلق برقرار رہنے کے ساتھ دنیا ان کے لئے مقصود نہ تھی

بلکہ مقصدِ اعلیٰ کے حاصل ہونے کا ذریعہ اور اس کے لئے عمل کی جولانگاہ تھی، اسی قسم کی تربیت قومی اور جماعتی زندگی کے لئے مفید ہوتی ہے اور صالح انقلاب کے لئے پیش خیمہ بنتی ہے جس تربیت سے جمود و تعطل کی زندگی پیدا ہو وہ اغیار کے لئے تو مفید بن سکتی ہے لیکن زندگی اور حرکت کے جوہر نہیں پیدا کر سکتی ہے،

تربیت کے ذریعہ اوصاف کے استعمال کا رخ بدلا جا سکتا ہے اور عادتیں چھڑائی جا سکتی ہیں

رہی یہ بات کہ تربیت کے ذریعہ جذبات و خیالات پر کس حد تک قابو پایا جا سکتا ہے اس کو فنی اصطلاحات سے ہٹ کر اس طرح سمجھئے کہ انسان کے اندر دو قسم کی صفتیں پائی جاتی ہیں

(۱) وہ جن کا تعلق مزاج اور طبیعت سے ہے اس میں انسان کو کسی قسم کا اختیار نہیں ہے بلکہ وہ اس کی سرشت اور خمیر میں داخل ہیں مثلاً غصہ اور شہوت کی کمی بیشی ذکاوت و ذہانت کند ذہنی قوت یادداشت معاملہ فہمی وغیرہ اس قسم کی صفتوں کو "جبلت" کہتے ہیں۔

علمی اصطلاح میں یہ اس کی نفسیاتی بنیادیں ہیں ان میں تبدیلی تقریباً ناممکن ہے ایسا نہیں ہو سکتا کہ غصہ اور شہوت کو تربیت کے ذریعہ ختم کر دیا جائے یا کند ذہن کو اعلیٰ قسم کا ذہین بنا دیا جائے البتہ ان کے استعمال کا رخ پھیرا جا سکتا ہے ان میں نکھار پیدا کیا جا سکتا ہے رسول اللہ کی درج ذیل حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے

اذا سمعتم بجبل زال عن مکانہ فصدقوہ واذا سمعتم برجل تغیر عن خلقہ فلا تصدقوبہ فانہ یصیر الی ماجبل علیہ[1]	اگر تم کسی پہاڑ کے بارے میں سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو اس کو صحیح مان لینا لیکن اگر کسی شخص کے بارے میں سنو کہ اس کی خلقت بدل گئی تو اس کو صحیح نہ ماننا کیوں کہ بالآخر وہ اپنی جبلت کی طرف پھر لوٹ آئے گا۔

حدیث میں رسول اللہ ؐ نے تبدیلی نہ ہونے کی خبر دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی صفت بالکلیہ ختم ہو کر اس کی جگہ دوسری نہیں آسکتی ہے لیکن اگر تعلیم و تربیت کے ذریعہ استعمال کا رخ پھر جائے اور مظاہرہ کی شکل بدل جائے تو وہ اس حدیث کے خلاف نہ ہوگا۔

مربی اور مصلح کو چاہیئے کہ ایسی صفتوں کے ختم کرنے کے درپے نہ ہو بلکہ ان کے استعمال کا رخ بدلنے کی کوشش کرے اس کی صورت یہ ہے کہ قلب کی اصلاح و درستی کے بعد زیادہ سے زیادہ اخلاق حمیدہ کا خوگر بنائے تاکہ غلط استعمال کا موقع نہ مل سکے۔

---

[1] مشکوٰۃ

(۲) وہ جن کا تعلق مزاج اور طبیعت سے تو نہیں ہے لیکن بار بار کرنے کی مشق سے ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ گویا طبیعت ثانیہ بن گئی ہے اس قسم کی صفتیں انسان کی اختیاری ہیں جس طرح قصد و ارادہ سے عادت ڈالی گئی ہے اسی طرح طبیعت پر جبر اور سختی کے ذریعہ عادت چھوڑی بھی جا سکتی ہے۔ ایسی صورت میں مربّی اور مصلح کو چاہیئے کہ حسب حال نفسیات کا تجزیہ کر کے ان کے چھڑانے کے لئے مناسب صورتیں اختیار کرے۔[۱]

دراصل یہی دو قسم کی صفتیں ہیں جن کی بنا پر انسان جذبات و خیالات کا محکوم کہا جاتا ہے جب ان میں مذکورہ بالا طریقے پر تربیت کا اثر ظاہر ہو سکتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ بہت حد تک تربیت کے ذریعہ جذبات و خیالات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ کی حدیث اور صحابۂ کرام کی زندگی سے اس کا ثبوت

رسول اللہ کے درج ذیل فرمان سے یہی حقیقت ثابت ہوتی ہے

الناس معادن	لوگ سونے اور چاندی کے کانوں کے مثل ہیں جو زمانہ
کمعادن الذہب	جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں
والفضۃ خیارھم فی الجاھلیۃ	جب کہ انھوں نے تفقہ حاصل کیا۔
خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا[۲]	

حدیث میں اذا فقھوا کی قید نہایت غور و فکر کی مستحق ہے اس سے نہ صرف یہ کہ تربیت کی حقیقت و ماہیت پر روشنی پڑتی ہے بلکہ یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ تربیت کا اثر بہر حال ظاہر ہوتا ہے خواہ کوئی صورت ہو اور کسی شکل و درجہ میں ہو۔

کلام عرب میں فقہ اور تفقہ کا استعمال بالعموم وہاں ہوتا ہے جہاں قلبی بصیرت اور ضمیر و وجدان کی بیداری کے معنی ملحوظ ہوتے ہیں اسی بنا پر قرآن حکیم میں منکرین حق کے لئے کہا گیا ہے۔

لھم قلوب لا یفقھون بھا (۷/۱۷۹) — ان کے پاس دل ہیں مگر تفقہ سے خالی ہیں

اس آیت میں سمجھ بوجھ کی اُس قسم سے انکار کیا گیا ہے جس کا تعلق دل سے ہے ان کی عقل و خرد سے

۱؎ کشف الظنون، اخلاق جلالی ص ۲۱ تا ۲۴ ۲؎ مسلم و مشکوٰۃ کتاب العلم۔